© rasailojaraid.com

سید عبدالرحمٰن بخاری

پاکستان میں دینی رجحانات

حیاتِ انسانی کے فطری محرکات تو ہمیشہ اور ہر حال میں یکساں رہتے ہیں لیکن فکر اور اس سے جنم لینے والے مخصوص رویئے زمانی اور مکانی تغیرات کے زیر اثر نت نئی صورتوں میں ڈھلتے رہتے ہیں جس سے افراد اور معاشروں کے مخصوص نفسی میلانات ، منفرد تہذیبی تصوّرات اور متمیّز اسالیبِ حیات تشکیل پاتے ہیں ۔ چنانچہ مشرق اور مغرب کا جغرافیائی بُعد و انفصال دو خطوں میں ابھرنے والے علوم و مذاهب اور افکار و احساسات کی بنیادی نوعیت میں اختلاف و امتیاز کی صورت میں جلوہ گر ہے ۔ ان فکری اور تہذیبی امتیازات کے اساسی عوامل خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ان کے خارجی مظاہر بہر آئینہ علاقائی رجحانات اور روح عصر کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ اِسلام ایک عالمگیر مذہب ہے لیکن اس کی آفاقیت تمام مسلمانوں کی دینی وحدت کے باوصف فکری رجحانات اور تمدنی مظاہر میں تنوع اور بوقلمونی سے مانع نہیں ۔ چنانچہ اسلامی فتوحات کے پھیلاؤ اور سلطنتوں کی وسعت کے ساتھ ایک طرف مختلف اقوام اپنی منفرد عادات و تجارب ، اندازِفکر ، جذبات و استعدادات اور ان سے منتزع ہونے والی مجموعی معاشرتی روش نیز تاریخی ، نسلی اور جغرافیائی عوامل کے پیشِ نظر اپنی زندگی اور نظمِ حیات و اسلامی اقدار کے مطابق متشکل کرتے وقت داخلی فکری اشتراک اور بنیادی مقاصد و اعمال کی یکسانی کے باوصف خارجی مظاہر میں انفرادی تطبیقی رنگ اختیار کرتی رہی ہیں ، اور دوسری جانب مسلمانوں کی دینی اور عارفانہ و حکیمانہ فکر میں زمانی اور مکانی عوامل کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیر اثر تنوع اور اختلاف بھی اُبھرتا رہا ہے۔

برعظیم جنوبی ایشیا کا خطہ فکری اور تہذیبی اعتبار سے ایک منفرد رنگ کا حامل ہے جو یہاں کے متنوع جغرافیائی خصوصیات اور مختلف اقوام و ملل کے اختلاط و امتزاج سے اُبھرنے والے ایک ایسے ہمہ گیر مزاج سے عبارت ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ اسلام جب عرب سے نکل کر مشرق و مغرب کے مختلف علاقوں میں پھیلتا اور وہاں کی متنوع تہذیبی خصوصیات سمیٹتا ہوا اس خطے میں پہنچا تو یہاں کے منفرد فکری مزاج کے اتصال سے جو مسلم تہذیب متشکل ہوئی اس میں ایک طرف عرب و عجم کے تہذیبی رنگ سمٹ آئے اور دوسری جانب فکر و معرفت کی متعدد نئی جہات و ابعاد ظاہر ہوئیں، جو مسلمانوں کے صدیوں پر محیط تاریخی اور عمرانی تسلسل کے دوران پختگی اور ارتقا کے کئی مراحل طے کرتی ہوئیں، بالآخر تحریکِ پاکستان کے ذریعے ایک نئی " اسلامی تجربہ گاہ " کے حصول پر منتج ہوئیں اس اعتبار سے پاکستان کا قیام محض اتفاقی حادثہ یا سیاسی کشمکش کا ایک واقعہ یا معاشی تصادم کا ایک وقتی حل نہیں، بلکہ اپنی اہمیت، نزاکت اور دور رس نتائج کے لحاظ سے یہ تاریخ کا اہم ترین اور عہد آفریں تہذیبی تجربہ ہے جو اگر ماضی کے اعتبار سے ہجرتِ نبوی اور اس کے دینی مضمرات کا عکسِ بعید ہے تو مستقبل میں اسلام کی شوکتِ رفتہ کی بازیابی اور اس کے فکری و تہذیبی ارتقا کا نقیب و غماز بھی ہے۔ بقول کینتھ کریگ :

> " پاکستان بطور تصوّر، پالیسی اور امر واقعہ کے دور حاضر میں اسلام کے سارے میں مسلمانوں کے نقطۂ نظر کا یقینی مظہر ہے۔ پاکستان نے اسلام کو واضح اور معین کرنے کے سلسلے میں وہی کام کیا ہے جو ساتویں صدی عیسوی میں ہجرتِ نبوی نے کیا تھا۔ "

مذہبی تشخص سے جنم لینے والی یہ واحد مسلم ریاست اپنی اسلامی اور عالمی تہذیبی ذمہ داریوں سے اسی صورت عہدہ برآ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوسکتی ہے جب کہ اس کی آغوش میں پرورش پانے والی "دینی فکر" ایک طرف چودہ صدیوں پر محیط مسلسل و متوارث اسلامی روایت کا حقیقی امتداد ہو اور دوسری جانب عصر حاضر کے جملہ تہذیبی مقتضیات کی تنقیح و تکمیل کی صلاحیت سے بھی پوری طرح بہرہ ور ہو ۔ اس پس منظر میں پاکستان کے اندر مختلف سطحوں پر پائے جانے والے دینی و فکری رجحانات کے دائرے خود زندگی اور دین کی وسعت پر پھیلے ہوئے ہیں لیکن زیرنظر مضمون میں پاکستان کے جدید دینی رجحانات کا باہم متناقض گروہی ، مسلکی اور طبقاتی دائروں اور شخصی و کتابی حوالوں سے قطع نظر اسلام کے عالمی تہذیبی تناظر میں ایک عمومی اور اجمالی جائزہ لینا درکار ہے تاکہ ملتِ اسلامیہ کے احیا ، اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور عالمی انسانی تہذیب کے قیام میں پاکستان کا کردار اجاگر ہوسکے ۔

لیکن اس سے پہلے ایک عمومی حقیقت کا اظہار لازم ہے جو پاکستان میں دینی رجحانات کے مطالعہ کے دوران سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہے ۔ یہ تلخ حقیقت ایک ایسے سنگین " فکری بحران " سے تعبیر ہے جس کے دائرے مملکتِ پاکستان کی اساسِ تشکیل ، غایتِ اوّلین اور نوعیتِ نظام سے لے کر نفسِ دین ، اس کی ماہیت اور تہذیبی مضمرات سے متعلق عوام وخواص کی ہر سطح پر پائے جانے والے متناقض تصورات اور متحارب فکری رویوں پر محیط ہیں ۔ اس نظریاتی بحران کے اسباب و عوامل خواہ کچھ بھی ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب سے پاکستان منصۂ شہود پر آیا ہم اجتماعی سطح پر وحدت فکر و عمل کے فروغ کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے اور نتیجتاً فکری و نظریاتی بحران کی متنوع اور پیچیدہ صورتوں سے مسلسل دوچار ہوتے رہے ہیں ۔ اس بحران کی سب سے شدید اور خطرناک صورت وہ ہے جو اسلام کی دینی تعبیر و تفسیر میں اساسیات اور جزئیات کے مابین خلط و اضطراب اور اسلام کے سماجی نظام میں روایت اور جدیدیت کے مابین تطابق و ہم آہنگی کے معیار اور حدود سے متعلق فکری تناقض و اختلاف پر مشتمل ہے ۔ اور چونکہ یہ فکری بحران صرف پاکستان ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پورا عالمِ اسلام اس کی زد میں ہے اور حیاتِ ملی کے تمام زاویوں پر اس کی مضبوط گرفت ہے لہذا احیائے ملت ، فروغِ اسلام اور نمو تہذیب کے سلسلے میں اولین چیلنج یہی درپیش ہے کہ اس ہمہ گیر فکری اور نظریاتی بحران کا مداوا کیا ہو ؟ اور اسی چیلنج کے باعث پاکستان میں دینی رجحانات کا جائزہ لینا مقصود ہے جو کہ حسبِ ذیل ابعاد پر مشتمل ہے :

۱ - اسلام کی تہذیبی بازیافت

۲ - روایت اور جدیدیت میں ہم آہنگی

۳ - سماجی نظام کی تشکیلِ نو

اولاً - اسلام کی تہذیبی بازیافت

متاعِ گم شدہ کی بازیابی اور تعمیرِ نو کا عمل ارتقائے زیست کا ایک اٹل کائناتی قانون ہے - چنانچہ ملتِ اسلامیہ ، جس نے مختلف ادوارِ تاریخ میں کئی مرتبہ کچھ کھوچکنے کے بعد اپنے اندرونی جوشِ نمو اور اسلام کے عقائد و افکارِ جلیلہ کے زیرِ اثر نہ صرف متاعِ تلف شدہ کی بازیافت کی بلکہ حسنِ تلافی کے طور پر نئی اور بہتر املاک ذہنی و مادی کا اضافہ بھی کیا اور جس نے کم و بیش آٹھ سو سال تک برصغیر پر اپنے اقتدار کے دوران ایک حسین و حرکی تہذیب کو وجود بخشا - جب قانونِ قدرت کے تحت زوال پذیر ہوئی تو ساتھ ہی اس میں احساسِ زوال بھی ابھر آیا جو رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ملی فکر اور مذہبی و تاریخی شعور کا ایک حصّہ بن گیا - چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد زوالِ سلطنت کا احساس ، غلبۂ اسلام کا عقیدہ اور بازیابیٔ شوکتِ رفتہ کا داعیہ مسلمانانِ ہند کے ایک عمومی اور منظم رویے کے طور پر دعوت و عزیمت اور حرکت و انقلاب کی ان تمام لہروں میں کارفرما نظر آتا ہے جو شاہ ولی اللّٰہ محدث دہلوی کی جدوجہد سے لے کر قیامِ پاکستان تک انقلابِ دہلی (۱۸۵۷ء) ، تحریکِ عالمِ اسلام (۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۹ء) ، تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۴ء) تحریکِ احرار ، تحریکِ خاکسار اور تحریکِ پاکستان کی مختلف صورتوں میں سیاسی سطح پر ابھرتی رہی ہیں اور جو سب کی سب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۴۷ء میں مملکتِ اسلامیہ پاکستان کے قیام پر منتج ہوئیں۔ یوں پاکستان گویا برصغیر میں اسلام کی تحریکِ بازیافت کا مرحلۂ اوّل اور حقیقی تجربہ گاہ ہے جسے آگے چل کر عالمی سطح پر اسلام کی تہذیبی بازیافت کا نقیب و علم بردار بننا ہے۔

اس پس منظر میں اگر ہم اسلام کی تہذیبی بازیافت سے متعلق پاکستان کے ارباب دین و دانش کے فکری رجحانات کا جائزہ لیں تو جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ مایوسی اور امید کی ملی جلی کیفیت سے تعبیر ہے۔ کیونکہ ایک طرف استشراقی اور استغرابی پروپیگنڈہ کے زیرِاثر تجدید پسند طبقے میں یہ سلبی رجحان فروغ پذیر ہے کہ اسلامی تہذیب صرف ماضی کے سادہ معاشرے میں قابلِ عمل تھی۔ موثرات زندگی کے پیہم تغیر سے اب وہ کلیتاً فرسودہ اور از کار رفتہ ہو کر ایک ختم شدہ قوت بن چکی ہے۔ لہذا اس کا احیا ممکن نہیں ، اور دوسری جانب راسخ الاعتقاد دینی حلقوں میں یہ ایجابی تصوّر موجود ہوتے ہوئے بھی کہ اسلامی تہذیب نہ صرف عصرِحاضر بلکہ رہتی دُنیا تک تمام زمانی اور مکانی دائروں میں پورح طرح قابلِ عمل ہے اور رہے گی ، حقیقی یقین و اذعان اور عقلی تجزیہ و بصیرت سے عاری ہے۔ چنانچہ اسلام کی تہذیبی بازیافت کے سلسلے میں عصر حاضر کی سب سے بڑی رکاوٹ یہی " مومنانہ بے یقینی " ہے جو اسلامی معاشرے کے عروج بعد از زوال کی جدوجہد میں نتیجہ خیزی کی ضمانت سے محرومی پر مشتمل ہے اور جس کا سبب اصلی ہماری یہ اخلاقی اور ذہنی شکست خوردگی ہے کہ ہم اپنی دعوت کے حقیقی شعور سے محروم ہو گئے ہیں اور اپنی عظیم الشان تہذیبی میراث کے بارے میں اپنے اندر ایک شرم ساری محسوس کرتے ہیں۔

لیکن اس ایجابی فکر کے بعض دھارے ایسے بھی ہیں جو یقین و ایمان کے اعلی منابع سے پھوٹ کر ملتِ اسلامیہ کی کشتِ امید کو سیراب کر رہے ہیں اور میری نظر میں یہی وہ مثبت دینی رجحانات ہیں جو عصرحاضر میں اسلام کی تہذیبی بازیافت کے حقیقی امکانات کی نشان دہی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس ضمن میں پاکستان کے مؤثر اور فعال کردار کی نمائندگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی کرتے ھیں ۔ یہ مثبت رجحانات ایک طرف اِس ایمان و احساس پر مشتمل ھیں کہ ماضی کی طرح آج بھی اسلام اور صرف اسلام ھی اس کی اھلیت رکھتا ھے کہ اخلاقی اعتبار سے صحت مند، عمرانی اعتبار سے مستحکم اور معاشی اعتبار سے نہایت عادلانہ تہذیب پیدا کر سکے اور اسے برقرار رکھ سکے ۔ اور دوسری جانب اس عمل بازیابی میں قرآن و سنت کی الہامی ھدایت سے ماخوذ لائحۂ عمل کی نتیجہ خیزی کے یقین سے بھی پوری طرح سرشار ھے ۔ اسلام کی تہذیبی نشأۃِ ثانیہ کے سلسلے میں پاکستان کے فکری حلقوں میں پائے جانے والے ان سلبی اور ایجابی رجحانات کے نمایں مظاھر حسب ذیل ھیں ۔

۱ ۔ عقائد و اقدار کی ابدیت :

اس متجددانہ موقف سے قطع نظر کہ سائنسی اور معاشرتی ارتقا نے اسلامی تہذیب کے اساسی عقائد و اقدار تک کو فرسودہ بنا دیا ھے لہذا زندگی کی ابدی اسلامی اقدار اور مابعد الطبیعی حقائق کی تعبیرِ جدید پر مبنی ایک نئے علم العقائد کی تشکیل ضروری ھے ، خود روایتی مذھبی حلقوں میں اسلامی عقائد و اخلاق پر وہ حقیقی رسوخ و اعتماد مفقود ھے جو گہری ایمانی بصیرت ، تجربی توثیق اور وجدانی معرفت پر استوار ھو اور جس کی بنا پر زندگی کے انفرادی ، اجتماعی اور بین الاقوامی تمام دائروں پر ایمان باللہ کی محکم تاثیر مطلوبہ دعوتی و انقلابی نتائج پیدا کر سکے ۔ یوں گویا روایتی مذھبی حلقوں میں دینی عقائد و اخلاق کا تصوّر تو بظاھر پوری طرح موجود ھے ، مگر عملاً بے جان اور غیر موثر ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک متعدد مذھبی اور اصلاحی تحریکیں ابھریں ، مگر کوئی بھی صحیح معنوں میں بار آور نہ ھو سکی اور عوام کو حقیقی دینی شعور سے بہرہ ور کرسکی ۔

لیکن یاس و قنوط کے اس عالم میں یہ امر ازحد خوش گوار ھے کہ علامہ اقبال کے فکری اثرات کے تحت پاکستان میں ایک نئی راسخ الاعتقادی ابھر رھی ھے ، جس کی نظریاتی بنیادیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انتہائی ٹھوس اور صالح دینی عقائد و اقدار پر استوار ہیں کہ اس کی رو سے عقیدہ محض کسی نظریے سے اتفاق نہیں ،بلکہ وہ یقین و ایمان ہے جو روح کی گہرائیوں میں اتر جائے اور انسان کی جذباتی ، فکری اور عملی زندگی میں اس طرح جذب ہو جائے کہ زندگی کے تمام رویے اسی کی روشنی میں متعین ہوں ۔ اور دوسری جانب اس کے فکری دھارے جدیدیت کے تمام صالح عناصر کو سمیٹتے ہوئے ایک عالمی اسلامی تہذیب کے قیام کی راہ پر گامزن ہیں ۔ نو راسخ العقیدگی کے یہ رجحانات پاکستان کے سنجیدہ ، حساس اور صاحبِ بصیرت لوگوں میں تیزی سے مقبول ہو رہے ہیں اور جیسے جیسے وقت گزرے گا یہ حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا تاآنکہ پاکستان اور پورے عالم اسلام کی فکری قیادت اس طبقے کے پاس آجائے ۔

۲ ۔ وحدت ملت اسلامیہ :

اسلام کی تہذیبی بازیافت کا نقطۂ اولیٰ " ملت اسلامیہ کی وحدت " ہے اور تحریکِ پاکستان کے پس منظر میں ابھرنے والی تحریک خلافت اور تحریکِ عالم اسلام سے عیاں ہے کہ قیام پاکستان کے اساسی مقاصد میں بھی اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔ لیکن اس سلسلے میں عوامی سطح پر گہرے جذبات موجود ہونے کے باوصف یہ ایک المیہ ہے کہ ایک طرف مغرب زدہ طبقے کا مرعوب اور متشکک ذہن یہ گمراہ کن تاثر ابھار رہا ہے کہ اتحاد عالم اسلام ایک ناممکن العمل تخیّل ہے اور دوسری جانب روایتی مذہبی ذہن کچھ تو فرقہ وارانہ عصبیت کے زیر اثر اور کچھ حقائق و واقعات کے عقلی اور نفسیاتی تجزیے کی استعداد سے بے بہرہ ہونے کے باعث اس سلسلے میں کوئی مثبت امتزاجی نظریہ اور موثر لائحۂ عمل تجویز کرنے سے قاصر ہے ۔ لیکن اس کے باوجود امید کی ایک کرن پھر اسی اعتدال پسندانہ رجحان و روش سے وابستہ ہے جو نو راسخ الاعتقادی کے زیر اثر فروغ پذیر ہے ۔ چنانچہ اب پاکستان میں ملتِ اسلامیہ کی دینی اور سیاسی وحدت کا صرف خواب ہی نہیں دیکھا جارہا بلکہ اس سلسلے میں فکری، عملی اور جذباتی سطح پر ایک موثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریک اور لائحہ عمل بھی جدوجہد کا محور بن چکا ہے ۔

۳ ۔ احیائے خلافت :

وحدت ملت اسلامیہ کے ضمن میں اوّلین اور بنیادی کام ادارۂ خلافت کا احیا ہے ۔ کیونکہ اس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی وفاداریاں ، قوتیں اور کوششیں سمٹ کر ایک نقطے پر مرکوز ہو جائیں گی اور یوں حقیقی اتحاد کا جذبہ بیدار ہو جائے گا ۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس سلسلے میں پاکستان کے علاوہ کہیں اور حقیقی احساس یا جذبہ موجود نہیں اور خود پاکستان بھی اس ضمن میں متصادم رجحانات کا شکار ہے ۔ چنانچہ ایک طرف تجدد پسند طبقہ تو درکنار خود دینی تحقیق اور انقلابی دعوت کے علم بردار حلقے بھی بڑی شدت سے اس گمانِ فاسد کو پھیلانے میں مصروف ہیں کہ احیائے خلافت کا تصوّر ناقابلِ عمل ہے ۔ اور دوسری جانب مذہبی ذہن کی روایتی بے یقینی احیائے خلافت کی تمنا رکھتے ہوئے بھی سلبی رجحان ہی کو تقویت دینے کا باعث بن رہی ہے ۔ تاہم ان حالات میں پھر وہی نو راسخ الاعتقادی ملت کے حقیقی جذبات اور مجموعی رجحان کی نمائندگی کرتے ہوئے اس یقین و اذعان کی علم بردار ہے کہ خلافت اسلامیہ کا تصوّر نہ صرف پوری طرح قابلِ عمل بلکہ ہر صحیح الذہن اور سلیم الفکر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے ۔ لہذا عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک بہتر اور قابلِ عمل صورت میں اس کے احیا کی جدوجہد درحقیقت اسلام کی تہذیبی بازیافت کا نقطۂ آغاز ہے ۔

ثانیاً ۔ روایت اور جدیدیت میں ہم آہنگی

ملتِ اسلامیہ کو دور جدید کا جو سب سے بڑا چیلنج درپیش ہے وہ اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کے تصادم سے تعبیر ہے انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں تازہ دم اور ترقی پسند مغربی تہذیب عالم اسلام پر پوری شدت سے حملہ آور ہوئی اور اس وقت سے لے کر اب تک تمام مسلمان ممالک میں اسلامی افکار و اقدار اور مغربی افکار و اقدار کے مابین ایک شدید معرکہ برپا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک طرف مسلمانوں کے شاندار ماضی کی تہذیبی روایات ہیں جن سے ہماری جذباتی وابستگی ہے اور دوسری جانب سائنس و ٹیکنالوجی کی تازہ کاریوں اور مغربی علوم و فنون کی جدت طرازیوں سے ابھرنے والے وہ افکار و تصورات اور عملی رویے ہیں جو اسلامی روایات سے یکسر مختلف بلکہ متصادم ہیں ۔ دو مختلف تہذیبوں کے اس عمومی تصادم میں جدید علمی حقائق اور سائنسی و تکنیکی تجربات سے استفادہ بھی امہ مسلمہ کے لیے ایک مسئلہ بن گیا ہے ۔ کیونکہ یہ علمی حقائق اور سائنسی تجربات بھی تہذیب مغرب سے وابستہ اور اس کے حالات سمجھے جانے لگے ہیں ، حالانکہ یہ مغربی تہذیب سے کلیتاً الگ اور انسانیت کی مشترک میراث ہیں ۔

برِاعظم جنوبی ایشیا میں مسلمانوں نے اپنے طویل دورِ اقتدار کے اندر جس منفرد اسلامی تہذیب کی تشکیل کی وہ ایک مکمل اکائی کے طور پر زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی دائروں پر محیط تھی اور اسلام کی تمام مذہبی روایات اور خصوصیات کی حامل تھی ۔ چنانچہ جب اسلامی تہذیب ، مغربی تہذیب سے متصادم ہوئی تو مسلمانوں کے لیے یہ نازک مسئلہ پیدا ہوا کہ اس اجنبی تہذیب کے بارے میں ان کا رویہ کیا ہو؟ کیونکہ اسی رویّے پر ان کے جداگانہ وجود ، ملّی تشخص اور تہذیبی استقلال کا دارومدار تھا ۔ اور اگرچہ مسلمانوں نے اپنے مذہبی تشخص پر اصرار کرتے ہوئے طویل جدوجہد کے ذریعے ایک الگ اور جداگانہ ریاست حاصل کر لی مگر یہ مسئلہ اپنی جگہ برقرار رہا اور آج بھی پاکستان کی بقا اور استحکام کا انحصار اسی امر پر ہے کہ ہم بطور ایک قوم کے تہذیب مغرب اور اس کے پیدا کردہ مسائل سے کس طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں اور روایت و جدیدیت کے مابین توافق و اعتدال کی کیا حقیقی صورت نکالتے ہیں ؟ اور اگر اس سلسلے میں پاکستان کے فکری اور دینی حلقوں میں پائے جانے والے مختلف رجحانات کا جائزہ لیا جائے تو ان کے حسب ذیل بنیادی رُخ سامنے آتے ہیں ۔

۱ ۔ سلبی رجحان : روایتی مذہبی ذہن اس جدید تہذیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بارے میں لمیتاً سلبی رحجان کا حامل ہے ۔۔ اس کے نزدیک اسلامی تہذیب ور مغربی تہذیب دو متضاد تہذیبیں ہیں جو ایک دوسرے سے مل نہیں سکتیں ۔ ان کو ملانے کی ہر کوشش کا مطلب اپنی تہذیب کو ختم کر دینے کے سوا کچھ نہ ہوگا ۔ لہذا امتِ مسلمہ کے لیے لازم ہے کہ مغربی تہذیب سے کلیتاً کنارہ کشی اختیار کر لے ۔ اس کے سارے نتائج اور فوائد کا یکسر انکار کر دے اور اس کی کوئی اچھی بری بات سننے کی رواداری نہ ہو ۔ یہ موقف اگرچہ اس جذبے و احساس پر مبنی ہے کہ دینی جذب ، ایمانی روح ، اسلامی زندگی کے مظاہر اور تہذیب اسلامی کے جو بچے کھچے آثار باقی رہ گئے ہیں ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے لیے قلعہ بندیاں کر لی جائیں ، تاکہ تجدد پرستی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھا جا سکے ، لیکن یہ منفی روّیہ پوری طرح درست نہیں ۔ اس کا قدرتی نتیجہ مغربی تہذیب اور علوم و فنون کے افادی عناصر سے بھی محرومی کی صورت میں نکلتا ہے ۔ اس کے علاوہ یہ فطرتِ انسانی کی جدت پسندی اور کمال طلبی کے بھی منافی ہے ۔ مزید براں ہمارے معاشرے کی قوتِ ایمانی اور خوداعتمادی میں اس قدر انحطاط رونما ہو چکا ہے کہ زندگی و نشاط اور تاثیر و تسخیر کی بے پناہ قوت سے مالا مال اس جدید تہذیب و تمدن کے آگے کوئی معاشرتی حصار نہیں باندھا جا سکتا ۔ اس اعتبار سے مغربی تہذیب کے بارے میں عزلت اور کنارہ کشی کا روایتی مذہبی رحجان انتہا پسندانہ بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی ۔

۲ ۔ <u>تجدد پرستی کا رجحان</u> : روایتی سلبی رجحان کے ردِعمل میں ابھرنے والا دوسرا انتہا پسندانہ موقف شکست خوردگی ، مطابقت پذیری اور مکمل خودسپردگی کا آئینہ دار ہے ۔ اس رحجان کا حامل مغرب زدہ طبقہ اپنی درخشاں تہذیب کو فرسودہ اور ختم شدہ سمجھتے ہوئے مغرب کی مادی اور مشینی تہذیب کو جوں کا توں قبول کر لینے اور اس کے سارے بنیادی عقائد ، فکری رحجانات ، مادی اقدار و خیالات اور سیاسی و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقتصادی نظام کو اپنانے کا خواہاں ہے۔ پاکستان میں اس سر اسر اباحیت پسندانہ رجحان کا موجود ہونا تو باعث تعجب نہیں ، لیکن یہ امر انتہائی حیرت اور افسوس کا باعث ہے کہ اسلامی تہذیب کے تحفظ و استحکام اور دینی تحقیق و تعلیم کی خاطر سعی و کوشش کرنے والے بعض لوگ بھی تجدید کے نام سے اسلام کے بنیادی عقائد و اقدار میں تحریف و تغییر اور ان کو مغربی تہذیب و تمدن کے تمام فکری و عملی مظاہر سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ اس تجدد پسندانہ رجحان کے پس پردہ دراصل ایک گہرا اضطراب کارفرما نظر آتا ہے جو اس احساس پر مبنی ہے کہ ہم ایک سکونی تہذیب سے نکل کر ایک حرکی تہذیب میں داخل ہو گئے اور اس جدید تہذیب کی روح ہمیں ہر وہ چیز ترک کرنے پر مجبور کر رہی ہے جو مطلق تغیر یا حرکت کے منافی ہو ، خواہ اسلام کی دینی اور تہذیبی روایت میں ہر وہ چیز کتنی ہی بنیادی اہمیت کی حامل کیوں نہ ہو ۔

۳ ۔ <u>متوازن اور حقیقی موقف</u> : پاکستان کا اعتدال پسند دینی طبقہ مغربی تہذیب کے بارے میں انکار و سلبیت اور تقلید و پیروی کے درمیان ایک محفوظ ، متوازن اور حقیقی موقف کا حامل ہے ۔ کیونکہ ایک طرف اس طبقے کو اسلامی تہذیب کی ابدیت و کاملیت اور اس کی لافانی صلاحیت پر غیر متزلزل یقین ہے اور دوسری جانب وہ نئی حقیقتوں کے ادراک ، نئی ضرورتوں کی تکمیل اور جدید سائنسی دریافتوں کی روشنی میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے بہتر وسائل کی جستجو کو اسلام کی آفاقیت اور کشادہ ظرفی کے عین مطابق سمجھتا ہے ۔ اس لئے وہ مغرب پرستی سے اجتناب کرتے ہوئے جدید تہذیب کے صالح اجزا ، بہترین وسائل و ایجادات اور علوم و تحقیقات کو اسلامی تہذیب کے اعلیٰ مقاصد سے ہم آہنگ کر کے ایک جدید سانچے میں ڈھالنے اور اس سے بھرپور استفادہ کرنے کا داعی ہے ۔

یہ صحت مند رجحان دراصل اس یقین پر مبنی ہے کہ بیک وقت موجودہ تمدنی سہولتوں ، جدید آلات و ایجادات ، سائنسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترقیات سے استفادہ اور اسلامی تہذیب کی سادگی و حقیقت پسندی ، طہارت و نظافت ، اسلام کی اخلاقی اقدار اور معاشرتی تعلیمات پر کاربند رہنا نہ صرف پوری طرح ممکن اور قابلِ عمل ہے ، بلکہ اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب کا یہ صحت مند اورصالح امتزاج انسانیت کو فلاح و سعادت کی حقیقی راہ پر گامزن کر سکتا ہے ۔

ثالثاً ۔ سماجی نظام کی تشکیلِ نو :

برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے مذہبی تشخص کے بل بُوتے پر ایک الگ ریاست تو قائم کر لی مگر اس نوزائیدہ ریاست کے مخصوص دینی اور عمرانی تقاضوں کے مطابق نئے سماجی نظام کے کوئی نقوش تیار نہ کئے جا سکے اور نہ اسلام کے عملی نظام کے بارے میں کوئی تصفیہ ہوا ۔ چنانچہ قیام پاکستان کے فوراً بعد یہ اہم سوال سامنے آیا کہ ہمارا نیا سیاسی ، اقتصادی اور معاشرتی نظام کیا ہو ؟ چونکہ اس بارے میں کوئی خاکہ پہلے سے تیارہ شدہ نہ تھا ، لہذا آئین سازی کے مرحلے پر اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر دینی اور علمی حلقوں میں بحث و تکرار کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا اور یوں پاکستان میں سماجی نظام کی تشکیلِ نو سے متعلق مختلف اور متنوع رجحانات ابھرنے لگے ، جن میں سے کچھ تو مرورِ وقت سے نسیان کے گرد و غبار میں دب گئے اور کچھ ہنوز موجِ آب کی مانند رقصاں ہیں ۔ ان متنوع رجحانات کا ایک عمومی جائزہ لینے سے پیشتر اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ سماجی نظام کی تشکیلِ نو سے کیا مُراد ہے ؟ اور اس دائرے میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں ؟سماجی نظام ایک وسیع اصطلاح ہے جو معاشرے کے اخلاقی ، روحانی ،معاشرتی اقتصادی ، سیاسی اور قانونی نظام و احوال سبھی کو محیط ہے اور حیاتِ اجتماعیہ کے تمام شعبے اور زاویے اس میں سمٹ آتے ہیں ۔ پاکستان میں سماجی نظام کی تشکیلِ نو کا مطلب یہ ہے کہ دو سو برس تک اسلامی تہذیب کے اخلاقی ، معاشرتی ، اقتصادی اور سیاسی و قانونی پہلو —— ہماری غلامی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باعث ـــــ عملاً تنفیذ و ترویج سے محروم رہنے کی بنا پر معیار زیست کے نئے تقاضوں کی تکمیل سے قاصر ہوگئے ہیں ۔ لہذا اس نئی اسلامی ریاست میں نفاذ اسلام کا اولین تقاضا یہ ہے کہ جدید تمدنی حالات کے مطابق اسلامی اقدار کی روشنی میں سماجی نظام کا ایک حسین و حرکی خاکہ تیار کیا جائے جو ایک طرف شریعت اسلامیہ کے ابدی مقاصد و غایات سے کلیتاً ہم آہنگ ہو اور دوسری جانب روح عصر کی نمائندگی کرتا ہو ۔ اور چونکہ سماجی نظام کے مذکورہ تمام سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور قانونی پہلو دینی اصطلاح میں " فقہ اسلامی " کے اندر سمٹ آتے ہیں ، اس لیے سماجی نظام کی تشکیلِ نو اپنے دینی تصوّر میں فقہ اسلامی کی تشکیلِ نو سے عبارت ہے اور اس سلسلے میں پاکستان کے روایتی اور جدید مذہبی رجحانات کا ایک اجمالی سا جائزہ حسب ذیل ہے ۔

اس بارے میں تو کوئی شبہ اور کسی کو اختلاف نہیں کہ اسلامی زندگی کی تشکیل و تعمیر اور رزم گاہِ حیات میں اسلام کو بطور نظریۂ حیات فائق و برتر ثابت کرنے کے لیے اس جدید اسلامی تجربہ گاہ ، پاکستان میں فقہ اسلامی کا نفاذ ایک لابدی امر ہے کہ اس کے بغیر زندگی بہرحال ناقص رہے گی اور یہ امر بھی خوش آیند ہے کہ قافلۂ ملت ایک نئے عزم و آہنگ سے جادۂ منزل پر گامزن ہوگیا ہے ۔ لیکن اس راستے میں سب سے بڑی مشکل یہی درپیش ہے کہ آیا ایسے حالات میں جب کہ مؤثرات زندگی بدل چکے ہیں ، فقہ اسلامی بعینہٖ قابلِ عمل و قابلِ نفاذ ہے یا عہدِ حاضر کی منصبی ضروریات اور تمدنی تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کی تشکیل جدید ضروری ہے ۔ یہ مسئلہ پورے عالم اسلام کی طرح پاکستان میں بھی زبردست اہمیت اختیار کر گیا ہے ۔ اس مرحلے پر معاشرہ تین طبقوں میں منقسم ہو گیا ہے اور تینوں کے زاویہ ہائے نگاہ ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں :

۱ ۔ راسخ العقیدہ گروہ اس ایقان و اذعان کا حامل ہے کہ فقہ اسلامی جس طرح ائمۂ دین نے مرتب اور مدوّن کر کے پیش کی تھی ، بالکل اسی ترتیب کے ساتھ ، اسی ہیئت و حالت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اپنے تمام کلیات و جزئیات سمیت حرف بحرف اور لفظ بہ لفظ آج کے حالات اور معاشرے میں بھی قابل عمل قابل نفاذ ہے ، جس طرح اُن حالات میں تھی ۔ کیونکہ یہ جن اصولوں پر مبنی ہے وہ ابدی ہیں اور امت مسلمہ کسی نہ کسی حیثیت میں اسے بعینہ اپناتی رہی ہے ، لہذا ہم فقہ کو اسی حیثیت میں قبول کریں گے ۔ اس ضمن میں اجتہاد اورجدید تحقیق و استنباط کا ہر امکان اس نقطۂ نظر کے مطابق کلیتاً مسدود ہے، جو خود اس طبقے کے الفاظ میں یہ ہے :

> "یہ طے شدہ بات ہے کہ تحقیق و تفتیش کا کام پہلی ، دوسری اور تیسری صدی میں پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا ہے ۔ اسکا نام فقہ اسلامی ہے جو ائمۂ ہدیٰ کی تحقیقات کا مجموعہ ہے ... اب اگر تحقیقات اسلامی سے ایسے مفہومات مراد ہوں جو مکمل اور تنقیح شدہ موجود ہیں تو موجودہ دور کی تحقیق اگر اس کے مطابق ہے تو بلا ضرورت ہے اور اگر اس کے خلاف ہے تو مردود ہے ، اس پر امت محمدیہ علی صاحبہ التحیۃ کا اجماع ہے ۔"

۲ ۔ مذکورہ بالا رائے کے ردعمل میں ایک دوسرا انتہا پسندانہ رجحان یہ پھیل رہا ہے کہ فقہ اسلامی جس دور میں وضع ہوئی اور جن حالات میں نافذ رہی ، چونکہ اب وہ حالات باقی نہیں رہے ، مؤثرات زندگی کے تغیر نے ایک بالکل ہی نئے دور کو جنم دیا ہے ، اس لیے آج کے حالات میں اور معاشرے میں قدیم فقہ کا نفاذ ناممکن ہے ۔ اس رائے کا حامل تجدید پرست طبقہ نظریۂ الفی کا سہارا لے کر اپنے مغربیت زدہ ذہن و دل کے غلط مقاصد و اغراض کی تکمیل کی راہیں تراش رہا ہے اور اپنے امانت خانے کے لعل و جواہر کے عوض دوسروں سے سنگریزے اور خزف ریزے خرید کر اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے ہر قسم کی قید و شرط سے آزاد اور مطلق اجتہاد کا علم بردار ہے ۔

© rasailojaraid.com

۳ ۔ تیسرے نقطۂ نظر کے مطابق اصل مقصد معاشرے

© rasailojaraid.com

میں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ ہے ، اس انداز سے کہ مسلمان عصری تقاضوں سے مکمل طور پر عہدہ برآ ہوتے ہوئے کرۂ ارض پر عالمی توحیدی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کرتے چلے جائیں ۔ اس کام میں فقہ اسلامی ایک قانونی نظیر اور تجرباتی سرمائے کی حیثیت سے ہر لمحہ پیش نظر رہے گی ۔ اس کا غیر متبدل اور اٹل حصّہ تو بہر حال واجب اعتقاد ہے البتہ متبدل حصّہ جس حد تک حالات اور زمانے کی ضروریات پوری کرتا رہے گا ، اس حد تک قابل عمل و قابل نفاذ رہے گا اور جہاں جہاں اس میں کتاب و سنت اور فقہ کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں عصری تقاضوں کے پیش نظر کسی قسم کے جزوی تغیر و تبدل کی ضرورت محسوس ہوگی ، اجتہاد کے شرعی ماخذ و وسائل بروئے کار لاتے ہوئے وہاں تغیر و تبدل اور تشکیل نو کا عمل روا رکھا جائے گا ۔

یہ نقطۂ نظر سابقہ دونوں انتہا پسندانہ رجحانات کے مقابلے میں اعتدال و توازن لیے ہوئے ہے کہ اس کی رو سے ہم اپنے شاندار ماضی سے بھی نہیں کٹتے اور حالات و زمانہ کی روشنی میں قدیم چیزوں کی نئی ترتیب و تہذیب بھی جائز ٹھہرتی ہے ۔ اور حقیقت میں اس معتدل رجحان کا حامل طبقہ پاکستانی معاشرے کی بیداری کی علامت ہے ، جو ایک طرف دونوں انتہا پسند گروہوں کے درمیان فکری منافرت کی خلیج پاٹنے میں مصروف ہے اور دوسری جانب مثبت انداز فکر سے ملت اسلامیہ کے نظری اور عملی مسائل کا حل تلاش کرنے میں منہمک ہے ۔

یہ تھے پاکستان کے دینی اور فکری حلقوں میں پائے جانے والے وہ بنیادی رجحانات جو عالمی تہذیبی مناظر میں امت مسلمہ کے احیا اور نوع انسانی کی عمومی فلاح و سعدت کے دو ابعادی عمل میں اسلام کی تہذیبی بازیافت ، روایت و جدیدیت میں ہم آہنگی اور سماجی نظام کی تشکیل نو کی رو سے میں پاکستان کے مثبت اور فعال کردار کو نہ صرف اجاگر کرتے ہیں بلکہ اس کی وسیع تر جہالت و ابعاد اور عملی راہیں بھی متعین کرتے ہیں ۔

© rasailojaraid.com